فرقہ زیدیہ کے بانی

حضرت امام زید بن علیؒ۔ سوانح وافکار

پروفیسر سید شمس الدین
صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ سائنس کالج، وحدت روڈ، لاہور

کچھ لوگ ایسے ہیں، جو خود تاریخ لکھتے ہیں، جب کہ کچھ لوگ ایسے ہیں خود تاریخ بناتے ہیں اور مؤرخین اپنی کتابیں مرتب کرنے کے لیے ان کے حالات کا کھوج لگاتے ہیں۔ ہمارے آج کے موضوع کا شمار بھی ایسی ہی بابرکت ہستیوں میں ہوتا ہے۔

حضرت زیدؒ بن علی بن الحسینؓ تاریخ اسلام کے مشہور ومعروف اکابرین میں سے تھے، جنہوں نے پہلی صدی کے اواخر اور دوسری صدی کے اوائل کا زمانہ پایا دیکھا اور اموی حکومت کے خلاف خروج کیا اور اپنے دادا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرح حالات کو بزور شمشیر بدلنے کی کوشش کی، اس وقت یہ حکومت پوری طرح مستحکم تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے بہت سا ورثہ چھوڑا ہے جس میں ایک خاص...... فرقہ ''زیدیہ'' بھی شامل ہے۔ جو آپ کے افکار وخیالات پر عامل اور اس پر کاربند ہے...... اس مقالے میں حضرت زیدؒ کے مختصر حالات زندگی، آپ کے کارناموں اور آپ کی فقہ پر روشنی ڈالی جائے گی.

ا۔ نام ونسب

حضرت زید معروف ہاشمی بزرگ حضرت علی بن الحسینؓ المعروف بہ علی زین العابدینؒ کی اولاد میں سے تھے، وہ حضرت حسینؓ کے پوتے اور حضرت علیؓ اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے پرپوتے تھے۔ اس طرح آپ کی رگوں میں خاتم المرسلین ﷺ کا خون دوڑ رہا تھا۔ (۱)

حضرت زید اپنی والدہ کی طرف سے ہندوستانی تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ''سندھی'' خاتون اور ام ولد (باندی) تھیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے حیرا اور بعض نے حیران لکھا ہے (۲)۔ یہ خاتون ایک روایت کی رو سے حضرت علی زید العابدین نے خود خریدی تھیں (اور انہیں اپنی بیوی کا مقام اور رتبہ دیا تھا)۔ دوسری روایت کی رو سے اس زمانے کی معروف شخصیت المختار بن ابی عبید الثقفی نے اسے خرید کر حضرت علیؓ بن الحسین کو ہدیہ کیا تھا اور حضرت علیؓ نے انہیں ام ولد، یعنی اپنی بیوی کا درجہ عطا کر دیا تھا (۳)۔ اس طرح آپ کی رگوں میں دو عظیم تہذیبوں کا خون دوڑ رہا تھا۔ ایک عرب عربی تہذیب تھی، جو آپ کو آپ کے والد محترم کی طرف سے ملی تھی اور دوسری طرف سندھی تہذیب تھی جسے

آپ نے اپنی والدہ محترمہ کی طرف سے وراثت میں پایا تھا۔
اس مجمع البحرین کا حامل ہونے کی بنا پر آپ کی ذات میں بڑی گہرائی اور بڑی میانہ روی پائی جاتی تھی۔

۲۔ مولد ومنشا

حضرت زیدؒ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے، معروف مؤرّخ یحییٰ بن علی نے آپ کا سال ولادت ۷۵ھ اور حافظ ابن عساکرؒ نے ۷۸ھ قرار دیا ہے، لیکن ان دونوں تاریخوں کی درستگی محل نظر ہے۔
عام طور پر تمام مؤرخین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت زید کی شہادت ۱۲۲ھ میں ہوئی اور اکثر مؤرخین کے نزدیک اس وقت آپ کی عمر مبارک ۴۴ سال تھی...... اگر مذکورہ بالا تاریخیں درست ہوتیں، تو امام زیدؒ کی شہادت کے وقت عمر ۴۶ یا ۴۷ برس قرار پاتی ہے، جو مؤرخین کی صراحت کے بالکل خلاف ہے۔
لیکن معروف محقق اور فقیہ علامہ ابوزہرہ نے آپ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۲ سال بتائی ہے اور اس طرح سال ولادت ۸۰ھ قرار دیا ہے، جو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔
آپ کی ولادت کے دنوں میں دمشق کے تخت پر معروف اموی حکمران عبدالملک بن مروان متمکن تھا۔ اس حکمران کے زمانے میں حکومت کے خلاف تمام بغاوتیں فرو ہو چکی تھی اور اموی حکومت مستحکم اساس پر دوبارہ قائم ہو چکی تھی۔
تاہم اس وقت خانوادۂ حضرت علی کسی نئی مہم جوئی کا متحمل نہ ہوسکتا تھا اور حضرت زیدؒ کے والد محترم حضرت علی بن الحسین، سیاست سے کنارہ کش رہتے ہوئے دینی اور فکری کام انجام دینے کی طرف اپنی توجہ مبذول کیے ہوئے تھے۔

۳۔ حضرت زید کی تعلیم وتربیت

آپؒ نے جس خاندان میں آنکھیں کھولی تھیں، یہ خاندان دینی اور علمی اعتبار سے بڑی اہمیت اور عظمت کا حامل تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت علی زین العابدین...... خاندان نبوی کے مشہور و معروف بزرگ اور عہد تابعین کے عظیم ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے میدان کربلا میں اپنے خاندان کے لوگوں کا جو قتل عام دیکھا تھا، اس کا آپ کی طبیعت پر بہت زیادہ اثر تھا، اسی لیے آپ نے مدینہ منورہ کی بغاوت عام، یعنی جنگ حرہ ۶۳ھ اور یزید کی وفات کے بعد حضرت عبداللہؓ بن زبیر کی قیادت میں قائم ہونے والی خلافت وحکومت کے دوران میں بھی غیر جانب داری کی پالیسی اختیار کیے رکھی۔

روایات میں ہے کہ جب ۶۳ھ میں جنگ حرہ کے دوران میں معروف شامی جرنیل، مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا، مدینہ منورہ میں ہزاروں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگے، اور اس نے یزید کے حق میں بیعت لینا شروع کی، تو جب اس کے پاس کوئی انصاری نوجوان لایا جاتا تو وہ اس سے کہتا کہ:

''تم اس بات پر میری بیعت کرو کہ تم یزید بن معاویہ کے ایک غلام ہو۔''

انصاری ...... ایسی بیعت سے انکار کرتا تو انہیں شہید کر دیا جاتا ...... اس طرح یکے بعد دیگرے بہت سے انصاری نوجوانوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ اس وقت حضرت علی زین العابدینؒ نبی اکرمؐ کی قبر مبارک کی پناہ لے کر مسجد نبوی میں مقیم رہے، لیکن جب آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں کے قتل عام میں اضافہ ہو رہا ہے، تو آپ مسلم بن عقبہ کے پاس گئے اور اس سے پوچھا: ''تم ہم سے کس بات پر بیعت لینا چاہتے ہو۔'' اس نے کہا: اس بات پر کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے بھتیجے ہو۔'' حضرت علیؓ زید العابدین نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہاری اس بات پر بھی بیعت کے لیے تیار ہوں کہ میں تمہارا ایک غلام ہوں۔'' ...... اس پر مسلم نے کہا نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے ...... چنانچہ جب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ بن الحسین نے ...... یزید کی اس کے من پسند الفاظ کے ساتھ بیعت کر لی ہے، تو انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں، جنہوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے، تو عام لوگوں نے بھی اس کی بیعت کر لی، اس طرح حضرت علی بن الحسین نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے نہ صرف اپنے خاندان کو بلکہ مدینہ منورہ کے بہت سے خاندانوں کو بھی تباہی سے بچا لیا۔

حضرت زیدؒ ابھی اپنی عمر کے اٹھارہویں برس میں تھے کہ حضرت علی زین العابدین کا انتقال ہو گیا اور آپ کی کفالت و تربیت کی ذمہ داری آپ کے بڑے بھائی، حضرت محمد الباقرؒ پر آن پڑی، جو اپنے والد اور اپنے دادا ہی کی طرح انتہائی عابد و زاہد اور علوم اسلامیہ میں متبحر شخصیت کے حامل تھے۔ (۸)

حضرت زیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''میرے بھائی یعنی حضرت محمد الباقرؒ میری نگاہوں میں بہت عظیم تھے، اور ان کی عظمت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاں دنیا ...... اور مال دنیا کی کوئی حیثیت نہ تھی۔'' (۹)

اس وقت یوں تو پوری اسلامی دنیا علم کے ستاروں سے جگمگا رہی تھی، لیکن خاص طور پر مدینہ منورہ تو صحابہ کرام اور تابعین کی کثرت کی بنا پر اسلامی دنیا کا ایک ایسا بقعۂ نور تھا جہاں ایک سے بڑھ کر ایک عالم مسند علمی سجائے بیٹھا تھا، یہ علمائے کرام ...... اپنی ذات میں ایک یونیورسٹی اور ایک دانش گاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت زیدؒ کو قرآن کی محبت ورثے میں ملی تھی، یہی وجہ ہے، آپ نے اس زمانے کے معمول کے مطابق سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا، قرآن کریم سے محبت حضرت زیدؒ کے رگ و پے

میں سرایت کیے ہوئے تھی، چنانچہ سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ آپؒ اٹھتے بیٹھتے ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کا سلسلہ جاری وساری رکھتے تھے، خود فرماتے ہیں کہ:

"لقد خلوت بالقرآن الکریم ثلاث عشرۃ سنۃ اقراہ واتدبرہ" (۱۰)

"میں نے تیرہ برس تک قرآن مجید کے ساتھ اس طرح تنہائی اختیار کی کہ میں اسی کو پڑھتا اور اسی میں غور فکر کرتا تھا"

سبحان اللہ! اس غور وفکر نے آپ کے دل ودماغ اور فکر وذہن پر جو اثر ڈالا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔

حضرت زیدؒ نے اپنے والد محترم حضرت علی زین العابدینؒ اور اپنے بڑے بھائی، حضرت محمد الباقرؒ نے علم الحدیث اور علم الفقہ میں تربیت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپؒ نے کوفہ اور بصرہ کے علماے کرام سے بھی ان علوم میں خصوصی طور پر شرف تلمذ حاصل کیا، جس کی بنا پر آپؒ ان علوم میں اپنے زمانے کے نامور اور جید علماے کرام میں شمار ہونے لگے۔ (۱۱)

۳۔ شیوخ واساتذہ

جیسا کہ اوپر تذکرہ ہوا، حضرت زیدؒ کے زمانے میں اسلامی دنیا کے ہر شہر میں بڑے بڑے اکابر اپنی علمی مسندیں بچھائے بیٹھے تھے اور دنیائے اسلام نامور صحابہ کرام اور تابعین کے علمی فیضان کے باعث، ایک کہکشاں کی طرح نظر آتی تھی۔ حضرت زیدؒ نے اس زمانے میں اپنے خاندانی بزرگوں کے علاوہ جن اساتذہ سے علم حاصل کیا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابوالطفیلؓ عامر بن واثلہ:

حضرت ابوالطفیلؓ، عامر بن واثلہ...... نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں آخری صحابی تھے، جنہوں نے سب سے آخر میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا...... (۱۲) حضرت زیدؒ نے اپنے دور کے دوسرے بزرگوں (مثلاً امام ابوحنیفہؒ) کی طرح، ان کی زیارت کی تھی، اور ان سے کچھ احادیث کی روایت بھی کی ہے (۱۳)

۲۔ محمدؒ بن اسامہ

آپ کے اساتذہ حضرت اسامہ بن زید، حب رسول ﷺ کے صاحبزادے محمد بھی شامل تھے۔ ان سے آپ نے کچھ احادیث سنیں، جنہیں آپ نے اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کیا (۱۴)

۳۔ ابانؒ بن عثمان

اسی طرح آپ کے اساتذہ کی فہرست میں حضرت ابان بن عثمان کا نام بھی شامل ہے، جو

حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے اور نامور تابعی بزرگ تھے۔(۱۵)

عروہ بنؓ ابی الزبیر

حضرت عروہؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام کے بیٹے اور حضرت عائشہ کے خصوصی شاگرد تھے، حضرت زیدؓ نے ان سے بھی علمی تلمذ حاصل کیا۔

عبیداللہ بن ابی رافع

اسی طرح حضرت ابورافع (نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص) کے صاحبزادے حضرت عبیداللہؓ بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شامل تھے۔(۱۶)

دیگر اساتذہ کرام

ان معروف بزرگوں کے علاوہ آپؓ نے معروف تابعی بزرگ واصل بن عطاء (۱۷) (دوسری روایات کی رو سے، حضرت واصل، آپ کے ہم عصر بزرگ تھے۔ استاد نہ تھے) وغیرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا، تاہم آپ کے اصل استاد، آپ کے والد محترم حضرت علی زین العابدینؒ اور آپ کے بڑے بھائی حضرت محمد الباقرؒ ہی تھے۔ جو حدیث، فقہ اور عقائد کے میدان میں اپنے دور کے امام شمار ہوتے تھے۔ حضرت محمد الباقرؒ سے امام ابوحنیفہؒ کو بھی تلمذ کا شرف حاصل تھا، اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام زید بن علی...... ''ہم استاذ'' بزرگ قرار پاتے ہیں۔

حضرت زیدؒ کے تلامذہ:

حضرت زید کا شمار...... چونکہ پہلی اور دوسری صدی ہجری کے ان بزرگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے زمانے کو اتنا متاثر کیا کہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اس کے اثرات کا انکار ممکن نہیں ہے، اس لیے آپ نے مکہ مکرمہ میں، طویل قیام کے دوران، بلا مبالغہ ہزاروں طالب علموں کو قرآن، فقہ اسلامی اور عقائد میں استفادے کا موقع دیا۔ پھر جب آپ کوفہ میں آئے اور دس سے زیادہ مہینوں تک وہاں مقیم رہے، تو عراق کے بہت سے طالب علموں نے بھی اس علمی آستانے سے فائدہ اٹھایا۔ اس فہرست میں سیکڑوں جلیل القدر لوگوں کے نام شامل ہیں۔ احمد السیاغی ...... نے آپ کے شاگردوں کی جو فہرست مرتب کی ہے، وہ آٹھ صفحات پر محیط ہے، اسی طرح حافظ مزی نے بیسیوں لوگون کے نام ان کے شاگردوں کی فہرست میں درج کیے ہیں (۱۸)۔ چند معروف لوگوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ منصور بن المعتمر (م ۱۳۲ھ) مشہور نقاد اور حافظ الحدیث...... ابن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ان سے بڑا حدیث کا کوئی حافظ موجود نہ تھا۔(۱۹)

۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عبداللہ بن ذکوان القرشیؒ (م۱۷۴ھ)......ابن وہب اور ابو داؤد نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ وہ اپنے زمانے کے صاحب فتویٰ بزرگ تھے(۲۰)۔

۳۔ زبید الیامی بن الحارث بن عبدالکریم بن عمر بن کعبؒ الیامی (۲۱)...... ان سے حضرت سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے زمانے کے صاحب فتویٰ بزرگ تھے(۲۲)۔

۴۔ سلیمان بن مہران الاسدیؒ، الکابلی (م۱۴۷ھ)، اپنے زمانے کے بہت بڑے متقی، حافظ الحدیث اور ماہر قرأت بزرگ تھے۔ البتہ مدلس تھے(۲۳)۔

۵۔ شعبہ بن الحجاج بنؒ الوردالعتکی (م۱۶۰ھ) بہت ثقہ بزرگ تھے، نامور بزرگ سفیان ثوری ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

امیر المومنین فی الحدیث.

یعنی وہ حدیث کی روایت میں امیر المومنین تھے۔

۶۔ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب بن عبداللہ...... القرشی الزہری (م۱۲۵ھ)، وہ تابعین کے چوتھے طبقے کے قائد، سرخیل اور معروف ترین تابعی بزرگ تھے، ان سے بعد کے اکثر محدثین نے روایت حدیث کی ہے۔

الغرض ان سے استفادہ کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت اور ناموری حاصل ہوگئی تھی اور بڑے بڑے لوگ آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔

۵۔ تصانیف

حضرت زید بن علیؒ نے جس زمانے میں اپنی زندگی کے ایام بسر فرمائے، اس زمانے میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بہت ہی کم تھا......لوگ زیادہ تر اپنے ذاتی استفادے کے لیے اپنی یادداشتوں کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیتے تھے...... تاہم یہاں بھی ہمیں ایک مرتبہ پھر، اہل بیت نبوی سے تعلق رکھنے والے بزرگوں کی عظمت کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ ان بزرگوں نے ابتدائی دور میں قلم کا خوب استعمال کیا اور مختلف موضوعات پر ایسی داد تحقیق دی کہ وہ بعد کے آنے والے لوگوں کے لیے ایک نمونہ بن گئی۔

حضرت زید بن علی کی طرف درج ذیل کتابیں منسوب ہیں:

۱۔ کتاب الرد علی قدریۃ من القرآن: اس کتاب کا نامور بزرگ البغدادی نے اپنی کتاب الفرق بین الفرق میں ذکر کیا ہے اور حضرت زید کو ایسے علمائے اہل سنت میں شمار کیا ہے، جنہوں نے اہل

سنت کی طرف سے قدریہ کی تردید وابطال میں کتابیں اور رسائل لکھے...... قدریہ ابتدائی زمانہ اسلام میں رونما ہونے والا، ایک ایسا عقل پرست فرقہ تھا، جن کا خیال تھا کہ سب کچھ لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے، اور اس میں انسان کے عمل کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس فرقے کو بالاتفاق گمراہ تصور کیا گیا ہے۔ (۲۴)

یہ کتاب اب نایاب ہے۔

۲۔ المجموع بقسمیہ الحدیثی والفقہی

یہ کتاب آپ سے عمرو بن الواسطی نے روایت کی ہے اور یہ آپ کی کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے، یہ کتاب مطبوعہ اور متداول ہے اور اس کی کئی شرح ہیں۔

۳۔ تفسیر القرآن: اسے عطاء بن السائب نے روایت کیا ہے۔

۴۔ قطعۃ فی التفسیر: اسے عبد بن العلی نے روایت کیا ہے۔

نامور سوانح نگار بروکلمان نے لکھا ہے کہ امام زید بن علی کی کتاب تفسیر غریب القرآن المجید کا ایک قلمی نسخہ، برلن کے کتب خانہ میں بذیل نمبر ۲۳۷، محفوظ ہے (۲۵)۔ یہ تفسیر ابتدائی زمانے کے اسلوب کے مطابق لکھی گئی ہے، یعنی مشکل الفاظ کی تشریح وغیرہ کرتی ہے اور بس۔

۵۔ رسالہ فی اثبات الوصیۃ: اسے خالد بن محمد (یا خالد بن مجیا دالیمانی) نے روایت کیا ہے۔
اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ برلن میں بذیل نمبر ۹۸۱۷ محفوظ ہے (۲۶)
تاہم اکثر محققین کو اس رسالہ کے حضرت زیدؒ سے انتساب میں شبہہ ہے (۲۷)

۶۔ کتاب مدح القلہ وذم الکثرۃ: اسے حضرت زیدؒ سے خالد بن صفوان الکوفی نے روایت کیا ہے۔ (۲۸)

۷۔ النیر الجلی فی قراءۃ زید بن علی: بقول احمد السیاغی، اسے بوحیان التوحیدی نے روایت کی ہے، بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن علی ایک مخصوص قراءت کے حامل تھے۔۔۔اس رسالے میں اسی قراءت کا تذکرہ ہے۔ اس رسالے کا بروکلمان نے بھی مختصراً ذکر کیا ہے۔ (۲۹)

۸۔ مناسک یا منسک الحج واحکامہ: یہ کتاب بھی کتب خانہ برلن میں مخطوطے کی صورت میں محفوظ ہے،...... (۳۰) اسے عمرو بن خالد نے روایت کیا ہے۔

۹۔ تثبیت الامامۃ...... یہ رسالہ بھی کتب خانہ برلن میں (بذیل نمبر ۱۰۳۳۶) اور برٹش میوزیم (نمبر ۳۰۶، ۳۳۶) وغیرہ میں محفوظ ہے، لیکن درست یہ ہے کہ یہ رسالہ امام الھادی الی الحق یحییٰ بن الحسین کی طرف منسوب ہے، نہ کہ زید بن علی کی طرف۔

۱۰۔ رسالہ فی الجدل مع المرجئۃ: یہ کتاب بھی کتب خانہ برلن میں (نمبر ۱۰۲۶۵) محفوظ ہے، یہ رسالہ نو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر ۲۵ سطریں ہیں اور ہر سطر میں ۱۵ الفاظ ہیں۔

۱۱۔ کتاب الصفوۃ: یہ نبی اکرم ﷺ کے احفاد (نواسوں رپوتوں) کے تذکرہ پر مشتمل ہے، کتاب کے نسخہ کتب خانہ برلن میں موجود ہے۔ (نمبر ۱۰۳۰۳)

۱۲۔ رسالہ فی حقوق اللہ: یہ رسالہ تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے، اور عمرو بن خالد الواسطی سے روایت سے ہے، اس رسالے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر ہے۔ یہ رسالہ بھی کتب خانہ برلن میں (بذیل نمبر ۱۰۱۷) محفوظ ہے۔ (۳۱)

ان مختلف کتابوں اور رسائل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زید بن علی، صحیح معنوں میں، اپنے دور کے متبحر عالم تھے، آپ علم وحکمت کا خزانہ، فضل ودانش کا سرچشمہ، ورع وتقویٰ کا نمونہ اور عظمت وجلالت کا مجسمہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر حالات زمانہ غلبہ نہ پا سکے۔ بلکہ انہوں نے آگے بڑھ کر خود حالات کو اپنے قابو میں لانے کی کوشش کی۔ ہمارا اشارہ اس خروج کی طرف ہے جو دوسری صدی ہجری کے اوائل میں آپ نے اموری حکومت کے خلاف کیا تھا۔

۶۔ حکومت وقت کے خلاف حضرت زید کا خروج اور اس کے اسباب

حضرت زید نے اپنے زمانے کی طاقت ور حکمران ہشام بن عبدالملک کے خلاف ۱۲۲ھ میں خروج کیا۔ اور اس کے نتیجے میں اپنے دادا ''حضرت حسینؓ کی طرح'' مردانہ وار جام شہادت نوش کیا۔ اس خروج کے اسباب کچھ تو مستقل نوعیت کے تھے اور کچھ وقتی اور فوری نوعیت کے تھے۔

مستقل نوعیت کے اسباب تو قریب قریب وہی تھے، جو حضرت حسینؓ کے یزید کے خلاف میدان عمل میں نکلنے اور جام شہادت نوش کرنے کے تھے۔ یعنی نظام حکومت اور انداز حکمرانی کی تبدیلی، خلافت کی جگہ ملوکیت اور بادشاہی نظام کی علمداری، بیت المال کو عوام کی امانت سمجھنے کے بجائے، ذاتی ملکیت قرار دیا جانا اور مجموعی زندگی میں خلاف اسلام امور کی کثرت وغیرہ......

تاہم حضرت زید بن علی کے خروج کی فوری وجہ ہشام بن عبدالملک کی اہل بیت سے عموماً اور حضرت زید بن علیؓ سے خصوصاً بدسلوکی اور بے مروتی ہے، ہشام بن عبدالملک نے، حضرت زید بن علیؓ کو ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کرنے کی کوشش کی اور کوفہ کے والی کو حکم دیا کہ حضرت زیدؒ کو فوراً شہر (کوفہ) بدر کر دیا جائے (۳۳) حضرت زیدؒ نے ایک رات کی مہلت مانگی تو وہ بھی نہ دی گئی، یہ اقدام حضرت زید جیسی عظیم شخصیت کی توہین کے مترادف تھا اور حضرت زیدؒ جب قادسیہ کے مقام پر پہنچے، تو تاریخ نے اپنا عمل دہرایا اور انہیں اہل کوفہ نے آن گھیرا اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کے واسطے دے

کر حکومت کے خلاف ان کی قیادت کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو گے جو تم میرے دادا کے ساتھ کر چکے ہو۔ مگر کوفیوں نے قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے، چنانچہ ان یقین دہانیوں کے بعد حضرت زیدؒ خفیہ طور پر کوفہ میں آ گئے اور ایک ماہ تک وہاں مقیم رہے، اور لوگوں کو دعوت دیتے اور ان سے بیعت لیتے رہے۔

چند ہی دنوں میں کوفہ کے پندرہ ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، یہ تعداد ان لوگوں کے علاوہ تھی، جو کوفہ کے علاوہ دوسرے شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق کل اسی ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔

۷۔ شہادت

مگر کوفہ والوں کی روایتی بدعہدی اور غداری نے عین وقت پر کام دکھایا اور انہوں نے آپ کے جد امجد امام حسینؓ ہی کی طرح حضرت زید کو بھی تنہا چھوڑ دیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے ہمراہ ۲۱۸ اور بقول الطبری ۱۵۹۹ افراد تھے، جب کہ دشمنوں کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

تاہم حضرت زید بن علیؓ کی کامیاب حکمت عملی کی بنا پر یہ جنگ جو چند گھنٹوں میں ختم ہو سکتی تھی، کئی روز تک جاری رہی۔ حضرت زیدؓ نے گوریلا جنگ کا طریقہ اختیار کیا اور دشمن کو کوئی دنوں تک پریشان رکھا۔ آپ ہر روز کسی نئی جگہ سے حملہ کرتے اور دشمن پر کاری ضرب لگاتے۔

ایک روز...... یہ جنگ رات گئے تک جاری رہی، رات کے اندھیرے میں اموی لشکر کی طرف سے ایک تیر آیا اور حضرت زیدؓ کے سر میں آن لگا۔ اگرچہ تیر فوراً نکال لیا گیا، لیکن اس کے اثر سے آپ اسی رات واصل بحق ہو گئے...... آپ کے جانثاروں نے آپ کو رات کی تاریکی ہی میں دفن کر دیا۔ لیکن دشمنوں نے لاش کو نکال کر سر مبارک کاٹ کر اموی حکمران کے پاس بھیج دیا۔

یہ واقعہ مشہور روایت کی روایت ۱۲۲ھ میں پیش آیا۔ بعض روایات ۱۲۱ھ اور ۱۲۰ھ کی بھی ملتی ہیں، (۳۴) مشہور روایت کی رو سے شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ۴۴ برس تھی۔ اس طرح علم و عمل اور فضل و کمال والی یہ علمی شخصیت بھی اہل کوفہ کی روایتی ناقدری اور بدعہدی کی نذر ہو گئی اور ایک اور حسین خاک کربلا میں غروب ہو گیا۔

''زیدیہ'' نامی فرقہ حضرت زید کی تعلیمات اور افکار پر عمل پیرا ہے، یہ لوگ یمن سے میں آباد ہیں اور بہت سے مسائل میں اہل سنت کے ہم نوا ہیں۔

زید بن علی کے افکار و خیالات:

حضرت امام زید بن علیؓ نے جس زمانے میں زندگی بسر کی، اُس زمانے میں اسلامی دنیا میں

فقہ اور عقائد کے متعلق طرح طرح کے خیالات پھیلے ہوئے تھے اور اسلامی معاشرے میں نئے فرقے پیدا ہو رہے تھے۔ اس تلون اور رنگارنگی کی دنیا میں حضرت زید بن علی کے افکار بھی یقینی طور پر متاثر ہوئے۔

تاہم مجموعی طور پر اس فقہی مسلک پر اہل سنت والجماعت کے خیالات وعقائد کا غلبہ تھا، اسی بنا پر نامور فقیہ اور مجتہد علامہ ابن تیمیہ نے انہیں ''اہل سنت'' میں سے ایک مسلک قرار دیا ہے (۳۵)۔ ممکن ہے کہ اس رائے سے کسی کو اختلاف ہو، لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت زید بن علی کے خیالات و افکار معروف شیعی فرقے اثناعشریہ سے قطعی طور پر مختلف تھے، البتہ ان کے خیالات وعقائد پر کسی حد تک معتزلہ سے اثر پذیری بھی نظر آتی ہے، اسی لیے بعض لوگوں نے انہیں ''اعتزال'' سے بھی متہم کیا ہے، مگر اس میں کوئی صداقت نہیں ہے، حقیقت میں حضرت زید بن علی اور ان کے متبعین ایک منفرد مسلک کے حامل لوگ تھے، ان کے عقائد اور فقہی خیالات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ خلافت خلفائے ثلٰثہ:

حضرت زید بن علی اور اہل تشیع کے دوسرے فرقوں کے مابین، سب سے پہلا فرق خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ) کی خلافت کو ماننے اور نہ ماننے کا ہے۔ حضرت زید بن علی ان تینوں ائمہ کی خلافت کے قائل تھے اور انہوں نے اہل تشیع کا یہ دعویٰ رد کر دیا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اہل بیت کا حق غصب کیا تھا اور بنو امیہ نے اس بارے میں انہی کے طریقہ کی تقلید کی تھی۔

اس کے برعکس اہل سنت والجماعت ہی کی طرح ان کا یہ عقیدہ اور مسلک تھا کہ حضرت ابوبکر وعمرؓ نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کیا تھا اور یہ کہ ان کی حکومت کتاب اللہ اور سنت رسول کے عین مطابق تھی (۳۶)۔ علاوہ ازیں ان کا یہ بھی مسلک تھا کہ امامت کی شرط لوگوں میں شریعت کے احکام کا نفاذ اور ان پر ظلم وزیادتی روا نہ رکھنے پر ہے (نسب یا خاندان پر نہیں ہے جیسا کہ باقی شیعی فرقوں کا مسلک ہے کہ خلافت وامامت صرف اہل بیت نبوی کا حق ہے)

جہاں تک بنو امیہ کے خلاف ان کے خروج کا تعلق ہے تو اس کی وجہ بنو امیہ کا ظلم اور ان کا جور وطغیان تھا۔ ایک موقع پر حضرت زید بن علی نے اپنے اس خروج و بغاوت کی وجہ یہ بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

انماخرجت علیٰ بنی امیةالذین قتلواجدی الحسین واغاروا علیٰ المدینةیوم الحرہ ثم رموابیت اللہ بحجارة المنجنیق والنّار (۳۶)

بیشک میں نے ان (بنوامیہ) کے خلاف بغاوت کی ہے جنہوں نے میرے جدامجد حضرت حسینؓ کو قتل کیا تھا اور جنہوں نے جنگ حرہ کے موقع پر مدینہ منورہ میں قتل و غارت گری کی تھی، پھر بیت اللہ شریف پر منجنیق کے ساتھ سنگ باری کی تھی۔

مدینہ منورہ اور بیت اللہ شریف مرکز ایمان ہیں، ان پر حملہ اور ان کی بے حرمتی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا، حضرت زیدؒ نے اسی بنا پر بنوامیہ کی حکومت کا جوا اتار پھینکا تھا۔

اسی طرح ان کی طرف سے بنوامیہ کے خلاف خروج اور بغاوت کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ کتاب اللہ اور سنت نبوی کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے، حضرت زید بن علیؒ کے نزدیک یہ بھی ظلم اور فساد ہی کی ایک صورت تھی۔ پھر جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے، حضرت زید بن علیؒ کے نزدیک امر بالمعروف اور نہی المنکر ایک اہم ترین فریضہ تھا اور انہوں نے بنوامیہ کے خلاف اسی بنا پر بغاوت کی تھی کہ بنوامیہ کے لوگ راہ راست سے ہٹ گئے تھے اور انہوں نے وسائل کی کمی، جان نثاروں کی قلت اور ماحول کی عدم مناسبت کے باوجود اس لیے حکومت وقت کے خلاف بغاوت کی اور جام شہادت نوش کیا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہی دعوت وشریعت والا راستہ ہے اور یہ کہ اگر انہوں نے حکومت وقت کے مظالم کے خلاف آواز بلند نہ کی تو ان کا شمار بھی انہی ظلم کرنے والے لوگوں میں ہوگا اور وہ اپنے نانا کے سامنے آنکھ نہ اٹھا سکیں گے اسی لیے جب انہوں نے دیکھا کہ دشمن کی افواج نے انہیں گھیر لیا ہے اور ان کے جھنڈے ہوا میں لہرارہے ہیں تو آپ نے فرمایا:

الحمدللہ الذی اکمل دینی بعدان کنت استیحی من رسول اللہ ﷺ ان اردعلیه الحوض غداًولم آمرفی اُمته بمعروف ولم انه عن منکر (۳۷)

تمام حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے میرے دین کو مکمل کیا، اور اس سے پہلے مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حوض کوثر پر آپ کا سامنا کرتے ہوئے شرم آتی تھی کہ میں نے آپؐ کی امت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہیں کیا

اسی لیے حضرت زید بن علیؒ کے نزدیک یزید اور ہشام بن عبدالملک کے مابین کوئی فرق نہ تھا، دونوں ہی ظلم و جور کے ایک ہی سلسلے کی کڑیاں تھیں اسی بنا پر انہوں نے نہ صرف یہ کہ ہشام بن عبدالملک کے خلاف ۱۲۲ھ میں خروج اور بغاوت کی، بلکہ اس کے خلاف لوگوں میں یہ احساس بھی پیدا کیا کہ یہ لوگ ظالم ہیں اور ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں ہی نجات ہے، لیکن چونکہ ان کے خیالات عام شیعوں سے مختلف تھے، اسی لیے انہوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور انہیں ان کی دادا حضرت

حسینؓ ہی کی طرح میدان جہاد میں تنہا چھوڑ دیا۔

۲۔ائمہ کے بارے میں زیدیہ کے خیالات:

اسی طرح حضرت زید بن علیؓ اوران کے متبعین حضرت علیؓ کی اولاد میں نہ تو امامت کے قائل تھے اور نہ ہی امام یعنی حاکم کے ہاشمی ہونے پر زور دیتے تھے، اسی طرح وہ امام کے متعلق حسب ذیل عقائد رکھتے تھے:

ا۔امام کا معصوم نہ ہونا:

عام طور پر تمام شیعی فرقے اپنے ائمہ کی معصومیت کے قائل ہیں، اور اُسے امامت کی لازمی شرط قرار دیتے ہیں جبکہ حضرت زید بن علی اور آپ کے متبعین اس بات کے قائل تھے کہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے اٹھنے والا امام نہ تو معصوم ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے پاس علم اور حکمت کا کوئی غیر معمولی خزانہ ہوتا ہے، بقول محمد ابوزھرہ:

ان الامام زیدیری ان الامام من بنی فاطمةرجل ککل الناس لیس بمعصوم عن الخطا ولیس علمه فیضاًواشراقابل علمه بالدرس والبحث ویخطئ ویصیب کغیرہ من الناس (۳۸)

امام زید بن علیؓ کا یہ مسلک اور یہ عقیدہ تھا کہ حضرت فاطمہ کی اولاد میں اٹھنے والا امام دوسرے لوگوں کی طرح کا ایک فرد ہے وہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا علم فیضان الٰہی یا اشراق نفس کا نتیجہ ہوتا ہے بلکہ اس کا علم مطالعے اور بحث وتحقیق کا نتیجہ ہوتا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کی ہی طرح غلطی بھی کرتا ہے اور صحیح کام بھی کرتا ہے۔

۳۔عدم رجوع کا عقیدہ:

تمام شیعی مسالک میں ''رجعت امام'' (حضرت امام مہدی کے دوبارہ کرنے) کا عقیدہ، ایک قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے اور یہ ان کے مسلک کی ایک اہم ترین اساس ہے، مگر حضرت زید بن علیؓ اوران کے ماننے والے حضرات حضرت امام مہدی سمیت کسی بھی امام کی رجعت (واپسی) کے قائل نہ تھے۔

مگر حضرت زید بن علیؓ اوران کے ہم مسلک لوگ اس کے قائل نہ تھے اسی لیے انہوں نے دوسرے تمام شیعی مسالک کی اس بارے میں مخالفت کی اس کے بجائے ان کا مسلک اور عقیدہ جمہور مسلمانوں کے مطابق تھا کہ مرنے والے لوگ واپس دنیا میں نہیں آتے اور کوئی بھی امام خواہ وہ حضرت علیؓ ہوں یا کوئی اور امام ہوں، وہ واپس دنیا میں نہیں آئیں گے (۳۹)۔

۴۔ عدم غیبوت کا مسلک:

اکثر شیعی فرقوں کا یہ بھی مسلک ہے کہ امام مہدی پیدا ہو کر غائب ہو گئے ہیں اور یہ کہ وہ آخری زمانے میں مسلمانوں کی قیادت کے لیے دوبارہ دنیا میں ظاہر ہوں گے، اس عقیدے کو ''غیبوبت'' کا عقیدہ کہا جاتا ہے۔

حضرت زید بن علی اس عقیدے کے قائل نہ تھے، اسی بنا پر بنو امیہ کے خلاف ان کا خروج، ان کی دعوت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ کے جو عقائد و افکار تھے، وہ بھی اس بات کی تائید و توثیق کرتے ہیں کہ وہ آپؓ حضرت امام مہدی کی واپسی کے بھی قائل نہ تھے اور آپ کے ہاں مہدیت کا وہ تصور نہ تھا، جو دوسرے شیعی مسالک میں ملتا ہے۔

۶۔ عدم تقیہ کا مسلک:

اہل تشیع سورۂ آل عمران (آیت ۲۸) سے تقیہ کا اصول وضع کیا ہے جس کی رو سے اپنے مسلک کے برخلاف اپنی جان اور اپنا مال وغیرہ بچانے کے لیے کوئی قول یا فعل اختیار کیا جا سکتا ہے عام طور پر ایسی بات جھوٹ خیانت اور دھوکہ قرار دیا جاتا ہے، مگر اہل تشیع کے نزدیک نہ صرف یہ کہ اس کی اجازت ہے بلکہ ان کے ائمہ تک اس کے قائل رہے ہیں مگر ان کے برخلاف حضرت زید بن علیؓ اس کے قائل نہ تھے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے سے کئی گناہ طاقت ور حکمران کے خلاف نہ صرف یہ کہ بغاوت کی، بلکہ اس کے خلاف مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت بھی نوش کیا اور اگر وہ تقیہ کے اصول کے قائل ہوتے تو وہ کبھی بھی اپنے وقت کی طاقت ور حکومت کے خلاف بغاوت اور خروج نہ کرتے۔

۷۔ فقہی مسلک:

حضرت زیدؒ فقہی معاملات و مسائل میں بھی عام اہلسنت ہی کی طرح عمل کرتے تھے ان کی فقہ زیادہ تر حنفی مسلک کے بہت قریب تھی، بعض مسائل میں ''شافعی فقہ'' بھی ان سے اثر پذیر ہوئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ دیکھیے ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳۲۹/۹۔ مطبوعہ مکتبہ المعارف، بیروت، بار دوم ۱۹۷۷ء۔

۲۔ ابو الفرج الاصفہانی، مقاتل الطالبین شرح وتحقیق سید احمد صقر، دار الباز والنشر مکۃ المکرمہ، السعودیہ، ص ۱۲۴

۳۔ ابن قتیبہ، المعارف، ص ۳۶۵ تحقیق محمد انصاوی، بیروت، دار احیاء التراث، ص ۱۳۹۔

۴۔ یحیٰی بن علی، تاریخ الائمہ السادۃ بحوالہ احمد اشرف الدین، تاریخ الفکر الاسلامی فی الیمن، تالیف احمد حسین شرف الدین، مطبعہ الکیلانی، ۱۳۸۸/ ۱۹۶۸ء، ص ۱۱۔

۵۔ شیخ عبدالقادر بن بدران، تہذیب تاریخ ابن عساکر، ۱۶/۶ء دار المسیرۃ، بیروت، بار دوم ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۶۔ دیکھیے ابن الاثیر، تاریخ الکامل، ۲۲۹/۵۔ مطبوعہ بیروت۔

۷۔ احمد بن اسحاق یعقوبی، تاریخ، دار بیروت للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء، ۲۵۰/۱-۲۵۱۔

۸۔ شریف صالح احمد الخطیب: زید بن علی، ص ۳۸، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء۔

۹۔ ابن الجوزی: صفۃ الصفوۃ، تحقیق محمد فاخوری ومحمد رواس القلعجی، الناشر دار الوعی، بحلب، بار اول، ۱۳۹۳ء۔ ۱۱/۲۔

۱۰۔ احمد السیاغی: الروض النضیر، شرح مجموع الفقہ الکبیر، مکتبہ الریاض الحدیثہ، بار دوم، ۱۳۸۸ھ، ۱۹۶۸ء، ۹۷/۱۷۔

۱۱۔ دیکھیے الطبری: تاریخ، تحقیق محمد ابوالفضل، دار المعارف، مصر ۱۹۶۶ء، ط ۱۷۱/۴، ۱۱۳/۴۔

۱۲۔ ابن حجر: الاصابہ، مطبعہ السعادۃ، مصر، بار اوّل، ۱۳۲۸ھ۔

۱۳۔ دیکھیے زید بن علی، ص ۲۴، بحوالہ، ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن۔

۱۴۔ احمد السیاغی، الروض النضیر، ۱۱۲/۱۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ احمد السیاغی، الروض

۱۷۔ الکتبی، فوات، تحقیق احسان عباس، دار صادر بیروت، ۳۷/۳۔

۱۸۔ دیکھیے الذہبی، اعلام النبلاء، مطبوعہ بیروت، ۲/۵۔ ۲۳۶۔

۱۹۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، بار چہارم، دار احیاء التراث العربی، بیروت للبنان، ۱۴۲/۱۔

۲۰۔ کتاب مذکور ۱۰۶/۱۔

۲۱۔ ابن حجر: تہذیب التہذیب، دارصادر بیروت، بار اول، مطبعہ دارالمعارف النظامیہ، ۱۳۲۹ھ،۳/۳۶۰-۳۶۱۔
۲۲۔ ابن حجر: تقریب التہذیب، دالمعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان، بار دوم، ۱۳۹۷ھ۔ ۱۹۵۵ء،۱/ ۲۵۷
۲۳۔ تہذیب التہذیب،۴/۲۲۲۔
۲۴۔ عبدالقاہر البغدادی: الفرق بین الفرق، تحقیق محمد محی الدین، مکتبہ محمد علی صبیح واولادہ بمید الازہر قاہرہ، ص۳۶۳
۲۵۔ تاریخ بروکلمان: G.AL،۳/۳۲۳۔
۲۶۔ ایضاً۔
۲۷۔ شریف صالح، زید بن علی، ص۸۶۔۸۷۔
۲۸۔ ایضاً۔
۲۹۔ بروکلمان،۳/۳۲۳۔
۳۰۔ شریف صالح زید بن علی، ص۸۹۔۹۰۔
۳۱۔ زید بن علی، ص۸۹۔۹۰۔
۳۲۔ دیکھیے ابوجعفر الطبری، تاریخ الطبری ۷/۱۷۱۔
۳۳۔ دیکھیے الصفدی، فوات الوفیات،۳/۳۶، البدایہ والنہایہ ۹/۳۲۷، الیعقوبی،۲/۳۳۶ وغیرہ۔
۳۴۔ البطری، تاریخ ۷/ ۱۸۰؛ تہذیب التہذیب،۳/ ۴۱۹۔
۳۵۔ شریف صالح، زید بن علی، ص۱۴۰۔
۳۶۔ الغرق بین القرق، ص۳۵،۳۶۔
۳۷۔ ابن طباطبا، الفخری فی آداب السلطانیہ، مطبوعہ دارصادر، بیروت ۱۳۸۶۔۱۹۶۶ء، ص۱۳۳۔
۳۸۔ محمد ابوزہرہ، الامام زید بن علی، ص۲۱۱۔
۳۹۔ شریف صالح، زید بن علی، ص۲۳۴۔۲۳۵۔